

منہ پر گائی تو ریت پر انعام دینے کے لیے جہان و مہجوران
 کے لیے یہ عالم شہر پر مثل ایک بہترین صمد



تعریف پر انعام

تحقیق از

علیہ رحمۃ

احمد رضا خان

امام احمد رضا
 مولانا الشاہ

مکتبہ اعلیٰ حضرت

لاہور، کراچی، ممبئی، دہلی، بنارس

بسم الله الرحمن الرحيم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ جو شخص اپنے مریدوں سے اشعار ذیل (یعنی نیچے تحریر کردہ) سنے اور سن کر خوش ہو بلکہ تمغاء انعام دے۔ ایسا شخص لائق بیعت ہے یا نہیں؟ خدا رسیدہ ہے یا نفس کا مطیع ہے؟ اہلسنت ہے یا اہل بدعت ہے؟ اشعار یہ ہیں۔

آفتاب چرخ علم و فضل شمس العارفین
قبلہ عالم سراج المتقین شاہاں

سید السادات مطلوب علی شیر خدا
عاشق محبوب رب العالمین فخر زماں

ماہر علم لدنی واقف اسرار غیب
قطب عالم غوث اعظم وارث پیغمبراں

کس طرح اہل جہاں پر راز ان کا کھل سکے
رازداں ان کا خدا ہے اور وہ خدا کے رازداں

اولیاء ہونے کو دنیا میں بہت ہیں اولیاء
ان کی صورت ان کی سیرت ان کی عادت کہاں

کچھ عجب ہیں یہ بھی حسن و عشق کے راز و نیاز
مدح خوان ان کا خدا ہے وہ خدا کے مدح حوال

الجواب

حب ثناء (یعنی اپنی تعریف کی محبت) غالباً (یعنی اکثر) خصلت مذمومہ (یعنی قابل مذمت عادت) ہے اور کم از کم خصلت محمودہ (یعنی قابل تعریف عادت) نہیں اور اس کے عواقب (یعنی نتائج) خطرناک ہیں۔
حدیث میں ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں۔

حب الثناء من الناس یعمی و یصم۔ رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس (رضی اللہ عنہما)

”ستائش پسندی آدمی کو اندھا بہرہ کر دیتی ہے۔ (اسے مسند الفردوس میں حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے روایت کیا ہے)۔“

اور اگر اپنی جھوٹی تعریف دوست رکھے کہ لوگ ان فضائل سے اس کی ثناء کریں جو اس میں نہیں، جب تو صریح حرام قطعی ہے۔

قال الله تعالى: " لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا آتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ

بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ "

ترجمہ کنزالایمان: ”ہرگز گمان نہ کرنا ان کو جو اپنے کیے پر خوش ہوتے ہیں اور دوست رکھتے ہیں کہ بے کیے پر سرا ہے

جائیں تو زنجار (یعنی خبردار) انہیں عذاب کے بچاؤ کی جگہ گمان نہ کرنا اور ان کے لیے دردناک مار ہے۔“ (ال عمران-۱۸۸)

ہاں اگر تعریف واقعی (یعنی سچی) ہو، تو اگرچہ تاویل معروف و مشہور کے ساتھ، جیسے شمس الائمہ و فخر العلماء و تاج العارفین و امثال

ذالک (یعنی ان کے ہم مثل القابات) کہ مقصود اپنے عصر یا مصر (یعنی اپنے زمانہ و شہر) کے لوگ ہوتے ہیں۔ اور اس پر اس لیے خوشی نہ ہو کہ

میری تعریف ہو رہی ہے بلکہ ان لوگوں کی ﴿تعریف﴾ ان کو نفع پہنچائے گی، سمع قبول سے سنیں گے جو ان کو نصیحت کی جائے

(یعنی ان کو جو بھی نصیحت کی جائے گی، قبول کرنے کی نیت سے سنیں گے) تو یہ حقیقت حب مدح (یعنی اپنی تعریف سے محبت) نہیں بلکہ حب نصیح مسلمین (یعنی

مسلمانوں کے لیے نصیحت کو محبوب رکھنا) ہے اور وہ (یعنی مسلمانوں کے لیے نصیحت کو محبوب رکھنا) محض ایمان ہے (یعنی ایمان کی علامت ہے)۔

وَاللّٰهُ يُعَلِّمُ الْمُسْلِمَ مِنَ الْمُضْلِحِ (یعنی اور خدا خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے۔ پ ۲۔ البقرہ ۲۲۰)

طریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ میں ہے۔

سبب حب الرياسة ثلاثة ثانیها التوسل به الى تنقيد الحق واعزاز الدين و اصلاح الخلق (فهذا) ان خلا

عن المحذور كالرئاء والتلبیس و ترک الواجب و السنة فجائز بل مستحب قال الله تعالى عن العباد

الصالحين " وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ اِمَامًا "۔ اہ ملقط۔

(حب ریاست کے اسباب تین ہیں۔ ان میں سے دوسرا یہ ہے کہ اسے حق کو نافذ کرنے، دین کی سر بلندی اور اصلاح خلق کا ذریعہ بنایا جائے پس اگر یہ ممنوعہ اشیاء مثلاً

ریاکاری، حقیقت کو چھپانے اور واجب و سنت کو ترک کرنے سے خالی ہو تو جائز بلکہ مستحب ہے اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ” اور ہمیں

پر ہیزگاروں کا پیشوا بننا“ (پ ۱۹۔ الفرقان ۷۴)

اور جب معاملہ نیت پر ٹھہرا اور دلوں کا مالک اللہ (عزوجل) ہے تو اس شخص کے حالات پر نظر لازم ہے، اگر بے شرع ہے، معاصی

میں بے باک ہے یا جاہل بے ادراک (یعنی بے علم) ہے اور شوق پیری میں انہماک ہے تو خود ہی اس کے ہاتھ پر بیعت جائز نہیں اور

اب اس کا ان تعریفوں پر خوش ہونا ضرور قسم دوم میں ہے جسے قرآن عظیم میں فرمایا کہ انہیں عذاب سے دور نہ جانو، ان کے

۱۔ یہاں لفظ تعریف موجود نہیں تھا، مناسب سمجھ کر اسے قوسین میں لکھ دیا گیا۔

لیے دردناک سزا ہے۔

اور اگر ایسا نہیں ہے بلکہ سنی صحیح العقیدہ، متصل السلسلہ (یعنی متصل سلسلہ بیعت کا حامل)، حق اللہ حق کی طرف دعوت دیتا، منکرات (یعنی برائیوں) سے روکتا باز رکھتا، تو ضرور قابل بیعت ہے اور اب اس کے لیے فعل مذکور کو اسی محل حسن پر محمول کرنا فرض اور اس پر بدگمانی حرام ہے۔

قال الله تعالى: " يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ "

ترجمہ کنز الایمان: ” اے مسلمانوں بہت گمانوں سے بچو کہ کچھ گمان گناہ ہیں۔“

قال رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث

” گمان سے دور بھاگو کہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔“

پھر بھی اسے (یعنی مذکورہ پیر کو) چاہیے کہ اظہار تواضع میں کمی نہ کرے، مریدوں کو انعام تمنغے دے کر اور زیادہ برا بیخستہ نہ کرے (یعنی اپنی تعریف پر مزید نی اُبھارے)، (اور اس طرح) لوگوں کو اپنے اوپر بدگمانی کی راہ دے۔ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نعت کے قصائد سننے اور ان پر انعام عطا فرمایا اس پر قیاس نہ کرے، خاک کو عالم پاک سے نسبت نہ دے۔ ان کی تعظیم، ان کی محبت، ان کی ثناء، ان کی مدحت سب عین ایمان ہے اور اس کا اظہار و اعلان فرض اہم ہے اور ان کا ذکر عین ذکر الہی، ان کی ثناء وین حمد الہی۔

امیر المومنین خلیفہ راشد سیدنا عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ عنہ) کے حضور ایک شاعر حاضر ہوا کہ ”میں نے حضرت کی مدح میں کچھ اشعار کہے ہیں۔“ فرمایا، ”میں نہیں سننا چاہتا۔“ عرض کی ”نعت شریف میں کچھ عرض کیا ہے“ فرمایا، ”سناؤ۔“ ایسے ائمہ راشدین کا اتباع کرے۔

خصوصاً (یعنی خاص طور پر استعمال کیے گئے) قطب عالم، غوث اعظم جیسے الفاظ کہ غالباً وہ (یعنی پیر مذکور) اپنے وجدان (باطنی نگاہ) سے ان الفاظ کو صادق (یعنی سچا) نہ جان سکے گا۔

نسأل الله العفو العافية والتوفيق لاتباع اقوام طريق

(یعنی ہم اللہ عزوجل سے عفو و درگزر و عافیت اور سیدھے راستے پر چلنے والی اقوام کے راستے کی اتباع کا سوال کرتے ہیں) **والله تعالى اعلم**

وضاحت و خلاصہ

مذکورہ مسئلے کے جواب لا جواب سے درج ذیل امور حاصل ہوئے۔

- (۱) اپنی تعریف و توصیف سننے کا شوق ایک بری عادت ہے اور اس کا انجام اکثر آخرت کی بربادی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔
- (۲) اگر انجام خراب و برانہ ہو تب بھی اسے اچھی عادت میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

(۳) اپنی جھوٹی تعریف کو محبوب رکھنا ” صریح حرام قطعی “ ہے۔ یعنی یہ ایک ایسا فعل حرام ہے کہ جو نہ صرف بہت واضح ہے بلکہ اس کا حرام ہونا ایسے دلائل سے ثابت ہے کہ ان میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

(۴) اگر کسی صاحب مرتبہ و قابل تعظیم شخص کی منہ پر تعریف کی جائے اور وہ اس سے اس لیے منع نہ کرے کہ سننے والے ” اپنی فطری تقاضے کے تحت “ اس تعریف و توصیف کے سبب میری ذات سے متاثر ہوں گے اور یہ متاثر ہونا میری نصیحت غور سے سننے اور اس پر صدق دل سے عمل پیرا ہونے کی طرف مائل کرے گا، تو اب اسے حب ثناء نہیں بلکہ ” مسلمان بھائیوں کی اصلاح و خیر خواہی سے محبت و لگن “ کا نام دیا جائے گا اور یہ ایک ” خصلت محمودہ اور کسی کے صاحب ایمان ہونے کی علامت “ ہے۔ لیکن مذکورہ صورت میں لازم و ضروری ہے کہ ایسا شخص سختی کے ساتھ اپنا محاسبہ جاری رکھے تاکہ شیطان ریاء وغیرہ میں مبتلا نہ کروا سکے (۵) بیعت کرنے والا ایسا شخص کہ جس کے منہ پر تعریف کی جائے دو حال سے خالی نہ ہوگا۔

(i) اعلانیہ گنا کرنے والا، ضروری مسائل شرعیہ سے ناواقف و جاہل اور مسلمانوں کی اصلاح کی نیت سے نہیں بلکہ فقط شوقیہ پیری مریدی سے شغل رکھنے والا ہے۔

(ii) سنی، درست عقیدے رکھنے والا، سلسلہ بیعت متصل رکھنے والا، لوگوں کو حق و نیک اعمال کی دعوت دینے والا اور برائیوں سے منع کرنے والا ہے۔

بصورت اول ناقابل بیعت اور ” اپنی جھوٹی تعریف سننے کا شوق رکھنے والے حضرات کے گروہ نامراد “ میں داخل ہوگا۔ بصورت ثانی قابل بیعت اور ” اپنی جھوٹی تعریف کیے جانے پر خاموشی اختیار کرنے کو حکمت و دانائی تصور کرنا فرض اور اس معاملے میں اس سے بدگمان ہونا حرام قطعی ہے۔“

(۶) اگر اوصاف محمودہ کے حامل پیر کی منہ پر تعریف کی جائے تو اسے درج ذیل امور کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

- (i) اظہار تواضع و انکساری میں کمی نہ کرے یعنی اپنے افعال و اقوال میں عاجزی کو اختیار کرے۔
- (ii) تعریف کرنے والوں کو انعام دینے کی عادت نہ ڈالے ورنہ وہ اس کی تعریف میں مزید ترغیب پائیں گے۔ اور ہو سکتا ہے کہ یوں انعام بانٹنا دیکھ کر دیکھنے اور سننے والے بدگمانی کا شکار ہو جائیں کہ پیر صاحب اپنی تعریف میں زیادتی کے لیے تقسیم فرما رہے ہیں۔

نوٹ

راقم الحروف نے دوسرے نمبر (۲) کے تحت ” انعام دینے کی عادت “ کی قید اس لیے لگائی کہ تعریف پر کبھی کبھار حسن نیت سے انعام دینے کی صورت میں لوگوں کے بدگمان ہونے کا امکان، غالباً بہت ہی کم ہے۔ نیز یہ ہمارے اسلاف کرام کی سنت بھی

ہے جیسا کہ مولانا ظفر الدین بہاری (علیہ الرحمہ) تحریر فرماتے ہیں کہ۔

”جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ علامہ شیریں زباں واعظ خوش بیاں مولانا مولوی حاجی قاری شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (علیہ الرحمہ) حرمین طہیین سے واپسی پر حضور (یعنی المحضر قدس سرہ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مندرجہ ذیل منقبت نہایت ہی خوش آوازی سے پڑھ کر سنائی۔

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
قسیم جام عرفان اے شہ احمد رضا تم ہو

غرق بحر الفت جام ہادہ کوحدت
محب خاص منظور حبیب کبریا تم ہو

جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہل طریقت کا
جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیاء تم ہو

یہاں آکر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی
ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو

حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ و کعبہ
جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو

مزین جس سے ہے تاج فضیلت تاج والوں کو
وہ لعل پر ضیاء تم ہو وہ در بے بہا تم ہو

عرب میں جا کر ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صورت کو
عجم کے واسطے لاریب و قبلہ نما تم ہو

بین سیارہ صفت گردش کناں اہل طریقت یاں
وہ قطب وقت اے سرخیل جمع اولیاء تم ہو

عمیاں ہے شان صدیقی تمہاری شان تقوائی سے
کہوں اتنی نہ کیونکہ کہ خیر الاتقیاء تم ہو

جلال و ہیبت فاروق اعظم آپ سے ظاہر

عدو اللہ پر اک حربہ تیغ خدا تم ہو

اشداء علی الکفار کے ہو سر بسر مظہر
مخالف جس سے تھرائیں وہی شیر دغا تم ہو

تمہیں نے جمع فرمائے نکات و رمز قرآنی
یہ ورثہ پانے والے حضرت عثمان کا تم ہو

خلوص مرتضیٰ خلق حسن عزم حسینی میں
عدیم المثل یکتائے زمن اے با خدا تم ہو

تمہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں
امام اہلسنت نائب غوث الوریٰ تم ہو

بھکاری تیرے در کا بھیک کی جھولی ہے پھیلائے
بھکاری کی بھرو جھولی گدا کا آسر تم ہو

دنی اموالہم حق ہر ایک سائل کا حق ٹھہرا
نہیں پھرتا کوئی محروم ایسے با سخا تم ہو

علیم خستہ اک ادنیٰ گدا آستانہ کا
کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

جب مولانا اشعار پڑھ چکے تو حضور نے ارشاد فرمایا۔ ”مولانا میں آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں؟ اگر عمامہ کو پیش کروں تو آپ اس دیار پاک سے تشریف لا رہے ہیں، یہ عمامہ (باتبار قیمت) آپ کے قدموں کے لائق بھی نہیں البتہ میرے کپڑوں میں سے بیش قیمت ایک جبہ ہے، وہ حاضر کیے دیتا ہوں۔“ اور کاشانہ اقدس سے سرخ کاشانی مخمل کا جبہ مبارکہ لا کر عطا فرما دیا جو ڈیڑھ سو روپے سے کسی طرح کم قیمت کا نہ ہوگا۔ مولانا ممدوح نے سروقہ (یعنی سیدھے) کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ پھیلا کر لے لیا، آنکھوں سے لگایا، لبوں سے چوما، سر پر رکھا، سینے سے دیر تک لگائے رہے۔ (حیات المصطفیٰ (قدس سرہ العزیز)۔ صفحہ ۵۱)

(۷) اپنی تعریف پر انعامات تقسیم کرنے والے شخص کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ اپنے اس عمل پر دلیل دیتے ہوئے یوں کہے کہ رحمت عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی تو حضرت حسان بن ثابت (رضی اللہ عنہ) کو نعت پڑھنے پر انعام عطا فرمایا کرتے تھے۔ اس کی وجہ واضح طور پر جواب میں بیان کر دی گئی ہے۔

مؤدبانہ گزارش

جب بحیثیت مسلمان ہمارا یقین و ایمان ہے کہ قرآن وحدیث کریمہ زندگی کے تمام شعبوں سے ہر طرح کی رہنمائی فراہم کرتے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ کوئی بھی اہم فیصلہ کرنے سے پہلے حتی الامکان انہی نورانی ذرائع کو اپنی رہنمائی کا ذریعہ بنائیں اور جب ان کی طرف سے کسی معاملے میں واضح رہنمائی حاصل ہو جائے تو اس پر عمل پیرا ہونے میں بالکل تامل و سستی سے کام نہ لیں۔ لیکن اس بات کا خیال ضرور رکھا جائے کہ اس رہنمائی کے حصول کے لیے بھی کسی رہنما کی ضرورت ہے کیونکہ ہزار ہا لوگ قرآن وحدیث میں براہ راست غور و تفکر کی وجہ سے ہلاکت و بربادی کا شکار ہو گئے جیسا کہ موجودہ دور میں عام مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ اور اس کے لیے امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان (علیہ الرحمۃ الرحمن) کا اسم گرامی نمایاں نظر آتا ہے۔ قرآن وحدیث کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے جس فہم و تدبر کی ضرورت ہے وہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وافر مقدار میں عطا فرمایا تھا، جیسا کہ آپ کے شہرہ آفاق فتاویٰ کی مجموعے ”فتاویٰ رضویہ“ کے مطالعہ سے بخوبی واضح ہے۔

زیر نظر مسئلے میں بھی اعلیٰ حضرت (قدس سرہ العزیز) کی تحقیق انیق قرآن وحدیث کی برکتوں سے مالا مال ہے۔ یونہی آپ کی تمام تر تعلیمات میں ان ہی برکات کا ظہور نظر آتا ہے۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے نفس کی قید سے باہر نکل کر خود کو ان تعلیمات کے مضبوط قلعوں میں مقید کر لیں تاکہ شیطان کو کسی بھی راستے سے دل میں وسوسہ ڈالنے کا موقع نہ مل سکے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اکابرین کے احسانات پر نگاہ رکھتے ہوئے ہمیشہ ان سے حسن عقیدت کا تعلق بحال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور مذکورہ مسئلے کو مشعل راہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

امین بجاہ النبی الامین ﷺ